Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 7, Issue 1
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com
Research Article

عبدالرؤف
اسکالر پی ایچ۔ڈی اردو ایم۔ وائی یونیورسٹی ، اسلام آباد
ڈاکٹر محمد وسیم انجم
پروفیسر شعبہ اردو ایم۔ وائی یونیورسٹی ، اسلام آباد

فلسفہ یونان میں مابعدالطبیعیاتی تصورات

Abdul Rouf
Scholar Ph.D Urdu My University, Islamabad
Dr Muhammad Waseem Anjum
Professor Department Of Urdu My University, Islamabad

Metaphysical Concepts In Greek Philosophy

Among Plato's metaphysical concepts, his theory of concepts is the most important. In Plato's view, this world is not real. It is subject to change every moment. Opposite this material world is another world which can be called the world of ideas. The world of ideas is the real world. All objects in this world of ideas are copies of the concepts in the world of ideas. The concepts in the world of ideas are fixed and unchanging. This concept of universal nature is real, eternal and eternal. Universal means a concept that applies to countless things having the same nature. In explaining Plato's theory of conceptsAnd to condemn Lebanon in the era, the statement thanked her, Azar will continue, Vals on the field of Red, a disease, Kananter, or patients, that they left, and Leon Calmi from Kirkuk left, the creatures of the halls of the nations, his sorrows, I want to repeat, the passengers to Macron, on, in, Lina, I wanted, the Brotherhood still, the role of the engine, to, matters, must, with, moving, close, war, known, and, and, the others, and, O, distress, in, from, a year, Kaya said, an exercise, as a procedure, to, it is dedicated, in, studied, in, the English, the Brotherhood, does not narrate, between, my perceptions, to, repeats, creatures, in, within, the range, of, issued, l) lowering, the repercussions, Alex, possibilities, moral, to, the pomegranate, to, Shukri, and, on, the follower.

Received: Jan05, 2026
Accepted: Jan25 2026
Published: Mar30, 2026

Keywords: Greek philosophy, Metaphysical, Plato's, Lebanon, Kananter

افلاطون کے مابعدالطبیعیاتی تصورات میں اس کا نظریہ تصورات اہم ترین ہے۔ افلاطون کے خیال میں یہ عالمِ محسوس حقیقی نہیں۔ یہ ہر لحظ تغیر کا شکار ہے۔ اس عالم مادی کے بالمقابل ایک اور عالم ہے جسے عالمِ مثال کہا جا سکتا ہے۔ عالمِ مثال حقیقی عالم ہے۔ اس عالم محسوس میں موجود تمام اشیاء، عالم مثال میں موجود تصورات کی نقل ہیں۔ عالمِ مثال میں موجود تصورات ثابت اور غیر متغیر ہیں۔ یہ تصور ماہیات کلی حقیقی، ازلی اور ابدی ہیں۔ کلی سے مراد وہ تصور ہے جس کا اطلاق ایک جیسی ماہیت رکھنے والی بے شمار چیزوں پر ہوتا ہے۔ افلاطون کے نظریۂ تصورات کی وضاحت میں الفرڈ ویبر لکھتے ہیں:

”حقیقت اشیائے محسوسات یا مظاہر کا حصہ نہیں بلکہ تصورات اور ان کی مُثُل کا حصہ ہے جن کی نقل ان اشیاء میں پائی جاتی ہے۔ ان تصورات و مُثُل کا ادراک صرف عقل سے ہو سکتا ہے جو محلِ اعراض اور خود ذات ہے۔ مظاہر یا حادثات میں صرف اتنی ہی حقیقت ہے جتنی ان کو اس تصور مثالی سے ملی ہے جس کے وہ مثنیٰ ہیں۔“ (۱)

افلاطون کے مطابق جب ہم روز مرہ زبان یا گفتگو میں انسان، کتاب یا گھوڑا کہتے ہیں تو اس سے مراد کوئی خاص انسان، کتاب یا گھوڑا نہیں ہوتا بلکہ ان چیزوں کے وہ تصورات ہوتے ہیں جو ہمارے ذہنوں میں موجود ہیں۔ یہ تصورات ان خصوصیات پر مشتمل ہوتے ہیں جو تمام انسانوں، کتابوں یا گھوڑوں میں یکساں طور پر پائی جاتی ہیں۔ افلاطون کے نزدیک یہ تصورات صرف ہمارے ذہنوں میں ہی موجود نہیں ہوتے بلکہ عالم مثال میں ان کی ایک مستقل بالذات حیثیت ہے۔ میکش اکبر آبادی کے الفاظ میں:

"افلاطون کے نزدیک تصور کے معنی مثال کے ہیں یعنی کسی شے کی محض خارجی شکل نہیں بلکہ ان کی اصلی ہئیت یا نوعیت جو معروض حواس نہیں، بلکہ معروض فہم ہے۔"(۲)

ڈاکٹر سی۔اے قادر کے خیال میں :

"تصورات سے مراد وہ خیالات نہیں جو انسانی ذہن کی پیداوار ہیں بلکہ ایسے سانچے، ماڈل یا کلیے ہیں جن کا وجود منطقی طور پر جزئیات سے قبل ہونا لازمی ہے۔" (۳)

نظریہ تصورات یا امثال کے بارے میں افلاطون کا استدلال یہ ہے کہ :

"آئینے میں عکس تبھی پیدا ہو گا جب اس کے سامنے کوئی چیز ہو گی ورنہ نہیں۔ بعینہٖ انسانی ذہن میں کسی چیز کا تصور اس وقت پیدا ہو گا جب وہ چیز انسان کے سامنے ہو گی۔ لیکن اگر آئینے کے سامنے سے اس چیز کو ہٹا لیا جائے اور آئینے میں اس کا عکس پیدا نہ ہو تو کیا اس چیز کا اپنا وجود بھی ختم ہو جائے گا؟ ہر گز نہیں۔ وہ چیز آئینے میں منعکس نہ ہو تو بھی اپنی ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے۔ اسی طرح اگر انسانی ذہن میں تصورات موجود ہیں تو وہ یقینا معروضی طور پر بھی موجود ہیں۔ نیز جس طرح آئینہ ٹوٹ جانے سے چیز کا وجود ختم نہیں ہوتا، اسی طرح انسانوں کے ختم ہو جانے سے وہ تصورات فنا نہیں ہو سکتے۔ وہ ایک مستقل وجود رکھتے ہیں۔" (۴)

اس عالمِ آب و گل میں کسی چیز کا وجود زمان و مکان سے ماورا نہیں ہے۔ جو چیز یہاں موجود ہے وہ کسی مخصوص زمان اور کسی مخصوص مکان میں موجود ہے۔ ورنہ اس کا وجود ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ کسی موجود چیز کی اپنی ایک فردیت ہے، جس کے ساتھ وہ موجود ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ ایک مخصوص اور متعین چیز ہے۔ اس چیز کا تخصص اور تعین زمان و مکان کی پابندیوں کی وجہ سے ہے۔ تصورات فردیت سے آزاد ہیں کیوں کہ فردیت کا تعلق زمان و مکان کی پابندیوں سے ہے۔ اگر تصورات فرد ہوں تو کسی نوع کے لیے ان کا اطلاق ممکن نہیں رہے گا۔ وہ مشخص ہو جائیں گے۔ مثلاً انسان کا تصور اگر مشخص ہو جائے تو پھر نوع انسانی پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکے گا۔ اس کے معانی مخصوص اور متعین ہو جائیں گے۔ اس استدلال سے افلاطون نے یہ فرض کر لیا کہ :

"اس عالم مادی سے ماورا ایک ایسا عالم ہے جہاں یہ تصورات یا امثال معروضی طور پر موجود ہیں۔ وہ عالم زمان و مکان کی پابندیوں سے آزاد ہے۔ اس کا حسی ادراک ناممکن ہے۔ وہ اس کائنات کی آخری حقیقت ہے۔ وہ عالم تصورات متعدد تصورات کے باوجود ایک وحدت ہے کیوں کہ تصورات باہم مربوط ہیں۔ اوپر کی طرف سفر کرتے ہوئے تمام تصورات اپنے سے اعلیٰ تر تصور میں مدغم ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ صرف اعلیٰ ترین تصور رہ جاتا ہے اعلیٰ ترین تصور خیر (The Good) ہے۔ تمام تصورات اس میں مدغم ہیں۔ اس سے نچلے درجے کے تصورات یا اعیان کا صدور (Emanation) ہوتا ہے۔ صدور کا یہ نظریہ جس کا بانی افلاطون ہے بعد ازاں فلاطینوس کی فکر کی بنیاد بنا۔" (۵)

افلاطون کا نظریہ تصورات پانچ اقسام پر حاوی نظر آتا ہے۔ اس کے نزدیک صرف محسوسات ہی کے تصورات یا اعیان نہیں بلکہ مجرد اوصاف کے بھی ہیں:

"۱۔ اخلاقیاتی اور جمالیاتی تصورات۔ مثلاً خیر، عدل اور حسن وغیرہ۔

۲۔ عمومی تصورات (امورِ عامہ) ۔ مثلاً عینیت و تخالف ہستی نیستی، مشابہت و عدم مشابہت اور وحدت و کثرت وغیرہ۔

۳۔ ریاضیاتی (تعلیمیاتی) تصورات۔ مثلاً دائرہ، مثلث، مربع، محیط، مختلف اعداد وغیرہ۔

۴۔ مختلف طبعی انواع (طبیعیات) کے تصورات۔ مثلاً انسان، بیل، پتھر وغیرہ۔

۵۔ مختلف النوع مصنوعات کے تصورات۔ مثلاً میز، کرسی وغیرہ۔"(۶)

افلاطون کے اس نظریے میں واضح نہیں ہوتا کہ اعیان کے خدا سے رابطہ کی کیا نوعیت ہے۔ اعیان خدا سے خارج میں وجود رکھتے ہیں یا خدا کے علم میں موجود ہونے کی صورت میں ان کی حیثیت صورِ علمیہ کی ہے۔ اس بارے میں افلاطون کے ہاں تضاد پایا جاتا ہے۔ ارسطو نے افلاطون کے نظریۂ تصورات میں موجود خامیوں کی بالتفصیل وضاحت کی ہے۔

" افلاطون کے ہاں فیثا غورث کی طرح عقل و تصوف کی آمیزش ہے لیکن ایک درجہ پر تصوف کو فوقیت حاصل ہو جاتی ہے۔ افلاطون بھی فیثا غورث ہی کی طرح تناسخ کا قائل ہے۔ خدا کے بارے میں افلاطون کے تصورات واضح نہیں۔ وہ خدائے واحد کا قائل بھی ہے اور بتوں کا نام لیوا بھی۔ البتہ جب وہ توحید پر روشنی ڈالتا ہے تو دلائل پیش کرتا ہے لیکن جب بتوں کا ذکر کرتا ہے تو روایات پر اکتفا کرتا ہے۔ افلاطون کے خیال میں خدا نے تمام کائنات کو پیدا کیا اور انسان میں اپنی روح پھونکی۔" (۷)

"افلاطون خدا سے انسان کی مماثلت کو خیر برترین کہتا ہے چوں کہ خدا حقیقی خیر ہے اور عدل مطلق ہے لہذا ہم عدل ہی میں اس کے مشابہ ہو سکتے ہیں۔ آسمان پر خداؤں کے درمیان بدیوں کو جگہ نہیں ملتی اس لیے بدیاں زمین پر ہی منڈلاتی رہتی ہیں۔ سو ہمیں جتنی جلدی ممکن ہو زمین سے آسمان کی طرف پرواز کرنی چاہیے۔ زمین سے ماورا پرواز کرنا ممکن حد تک خدا سے مماثلت ہے۔ خدا کا ملا راستی اور عدل ہے۔ جس انسان میں یہ اوصاف زیادہ ہوں وہی خدا کے زیادہ مماثل ہے۔" (۸)

افلاطون نے اپنی قبر کے ایک طرف یہ عبارت کندہ کروائی کہ " افلاطون کا جسم بے شک زمین میں مستور ہے لیکن اس کی روح ان بلندیوں پر پہنچ چکی ہے جہاں موت کی رسائی نہیں ہو سکتی۔" (۹)

" اس سے بقائے روح پر اس کے اعتقاد کا پتا چلتا ہے۔ اس کے خیال میں سچا فلسفی جو زندگی کی مادی اور جسمانی لذتوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اس کی روح موت کے بعد ایک غیر مرئی دنیا میں منتقل ہو جاتی ہے جہاں وہ دیوتاؤں کی مجلس میں حقیقی مسرت سے دوچار ہوتا ہے۔ لیکن مادی آلائشوں میں مبتلا ناپاک روح بھوت بن کر یا گدھے اور بھیڑ کا قالب اختیار کر کے واپس آ جاتی ہے۔ جنت میں

صرف سچا فلسفی ہی جا سکتا ہے۔ جس شخص نے فلسفہ کا مطالعہ نہ کیا ہو اور دم نزع آلودگیوں سے پاک نہ ہو اسے جنت میں جانے کی اجازت نہیں۔ فلسفہ کے پرستار تمام شہوات سے دور رہتے ہیں۔" (۱۰)

یہ آرفی عناصر افلاطون کے فلسفہ میں فیثاغورث کے ذریعے داخل ہوئے۔

"افلاطون کا تصورِ عالم مثال اسلامی مابعد الطبیعیات کے اہم نمائندہ حضرت ابن عربیؒ کے نظریۂ اعیان سے حیران کن مماثلت رکھتا ہے۔ شاہ ولی اللہ نے بھی "حجتہ اللہ البالغہ" میں عالمِ مثال کے عنوان کے تحت احادیث سے استنباط کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ اشیاء و واقعاتِ کائنات کی حقیقت وہ نہیں جو نظر آتی ہے بلکہ کچھ اور ہے۔ نیز عالم ارواح میں انسان پر ایک زندگی گذر چکی ہے۔ فصوص الحکم کے مقدمہ میں مذکور ہے کہ افلاطون سے جب پوچھا گیا کہ انبیاء کون ہیں اور کیسے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ یہ لوگ حکماء ہیں اور ان کی حکمت کامل ہے۔" (۱۱)

ارسطو (۳۸۴ ۔ ۳۲۲ق م) اپنے استاد افلاطون کی طرح مثالیت پسند ہے لیکن اس نے افلاطون کے نظریات پر نظر ثانی کرتے ہوئے انہیں واقعیت کے قریب کرنے کی کوشش کی۔ ارسطو نے "محرک لامتحرک" کا نظریہ پیش کیا جسے "نظریہ تعلیل" بھی کہا جاتا ہے اس کی رو سے ہر چیز اپنے مقصد یا غایت کی طرف حرکت کر رہی ہے۔ ارسطو کے مطابق کسی چیز کی تخلیق اور اس کے وجود کے لیے چار علل کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ علت مادی: The Material Cause

۲۔ علت فاعلی: The Efficient Cause

۳۔ علت صوری: The Formal Cause

۴۔ علت غائی: The Final Cause

ارسطو اس کی وضاحت کے لیے سنگ تراشی کی مثال دیتا ہے۔

"سل مجسمہ بننے سے قبل علت مادی ہے۔ پتھر یا سل کو مجسمہ بنانے کے لیے حرکت دینے والا فاعل، سنگ تراش، علتِ فاعلی ہے۔ سنگ تراش کے ذہن میں موجود کسی مجسمے کا خاکہ علت صوری ہے؛ جب کہ مکمل بت یا تیار شدہ مجسمہ علت غائی ہے جو مقصد یا نصب العین ہے جس کی طرف حرکت کا عمل بہ تدریج بڑھتا رہا ہے۔" (۱۲)

" ارسطو کے نزدیک خدا مادہ کی آمیزش سے پاک اعلیٰ ترین صورت ہے، دنیا میں ہر حرکت کا سبب کوئی صورت ہے۔ یہ صورت اپنے سے بلند تر صورت کی طرف صعود کرتی ہے۔ اس طرح وہ نچلے درجے کے لیے مادہ یا استعداد قرار پاتی ہے۔ دنیا میں حرکت کہیں بھی ختم نہیں ہوتی۔ اوپر کی طرف حرکت کرتے ہوئے مادہ میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور نیچے کی طرف حرکت کرتے ہوئے صورت میں۔ آخری صورت تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ان صورتوں سے گذرنا پڑتا ہے جن میں مادہ کی آمیزش برائے نام ہوتی ہے، اور پھر ان سے جو مادہ کی آمیزش سے یکسر پاک ہوتی ہیں۔ اس طرح کائنات میں مادی صورتوں کی حرکت لازمی طور پر ایک آخری اور غیر متحرک صورت کی متقاضی ہے۔ یہی صورت خدا ہے۔ چوں کہ خدا سے برتر کوئی صورت نہیں، اس لیے اسے صعود، تغیر یا حرکت کی کوئی حاجت نہیں۔ اس طرح خدا علت اولیٰ اور محرکِ غیر متحرک (Unmoved Mover) ہے۔" (۱۳)

فریب نظر ہے سکون و ثبات

تڑپتا ہے ہر ذرہ کائنات (۱۴)

امین احسن اصلاحی کی تحقیق کی رو سے ارسطو خدا کی وحدانیت پر یقینِ کامل رکھتا ہے۔ اس کے نزدیک خدا کائنات کا خالق بھی ہے اور کائنات کو چلانے والا بھی۔ وہی محرک اول بھی ہے۔ ارسطو عقل انسانی کو بڑی اہمیت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ

"انسان ایک نور یزدانی (Divine Spark) اور عقل ملکوتی (Divine Reason) کا حامل ہے۔ انسان اگر خدائے واحد کے عطا کردہ کمالات کی تربیت اور نشو و نما پر توجہ دے تو وہ درجۂ کمال تک پہنچ سکتا ہے۔ تربیت اور نشو و نما کے ذکر سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ارسطو نبوت کی ضرورت کا قائل ہے۔ ارسطو کے خیال میں ہر چیز کا محور خدا ہے اور مادہ کی قید سے رہائی پالینا ہر چیز کی انتہا ہے۔" (۱۵)

اکثر محققین نے اس خیال کی ترجمانی کی ہے کہ

"افلاطون کے "خیر محض" اور ارسطو کے "محرکِ لامتحرک" کو الہامی معنوں میں خدا نہیں کہا جا سکتا، ان کا خدا غیر شخصی ہے۔" (۱۶)

"ارسطو کے مطابق محسوسات کی دنیا ایک فریب اور نمائش نہیں۔ وہ حقیقی وجود رکھتی ہے۔ اس کے تغیرات حقیقی ہیں اور ان کی مناسب و معقول تشریح ہونی چاہیے۔" (۱۷)

"ابن رشد کے خیال میں ارسطو بقائے روح کا قائل نہیں تھا۔ وہ کہتا ہے کہ روح جسم کے ساتھ پیوست ہے اور جسم کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے۔ وہ فیثاغورث کے نظریہ تناسخ کا مذاق اڑاتا ہے۔" (۱۸)

" اس کے نزدیک خیر کا حصول تمام اعمال کا مقصد اور حقیقی مسرت ہے۔ حقیقی مسرت ظاہری چیزوں مثلاً دولت و عزت یا عیش و عشرت سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ غور و فکر یا فلسفہ سے حاصل ہوتی ہے۔ سب سے زیادہ مسرت بخش اور موزوں ترین زندگی وہ ہے جو ذہنی سلامت روی سے عبارت ہو۔" (۱۹)

''قفطی کے مطابق افلاطون ارسطو کو تمام شاگردوں سے بہتر سمجھتا اور اسے '' عقل مجسم '' کہتا۔'' (۲۰)

البیرونی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ

''سکندر اعظم نے ہندوستان فتح کرنے کے بعد برہمنوں کو ارسطو کے پاس بھیجا تاکہ وہ مذہبی عقائد کے بارے میں ارسطو سے مباحثہ کریں۔ ان کے جواب میں ارسطو نے ایک رسالہ لکھا جس میں بتوں کے لیے قربانی اور بتوں میں روحانیت موجود ہونے کے عقیدے سے انکار کیا۔'' (۲۱)

اس سے ارسطو کے خدا کی وحدانیت پر یقین کا گمان گزرتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وحی ربانی کے اثرات کسی حد تک یونانیوں پر بھی تھے۔ ممکن ہے سقراط کی سزائے موت سے خائف ہو کر افلاطون اور ارسطو نے دیوتا پرستی کی مخالفت نہ کی ہو کیوں کہ اس دور میں دیوتا پرستی کو ریاستی و حکومتی مذہب کی حیثیت حاصل تھی۔

''فلسفہ یونان کی مابعد الطبیعیاتی فکر کا ایک نمائندہ مصری فلسفی فلاطینوس (۲۰۴ ۔ ۲۷۰ء) ہے۔ جس نے نظریۂ صدور پیش کیا۔ وہ خدا، عقل اور روح کی تثلیث کا قائل ہے۔ لیکن اس کی تثلیث کے ارکان عیسائیت کی تثلیث کی طرح ہم رتبہ نہیں۔ خدا بلند ترین مقام پر ہے۔ اس کے بعد بالترتیب عقل (Nous) اور روح کا مقام ہے۔ فلاطینوس کے مطابق خدا واحد ہے۔ ہر قسم کی حرکت، کثرت، امتیاز، ارادہ اور خواہش سے پاک ہے۔ اسے واحد اور خیر جیسے الفاظ میں محدود نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ یہ الفاظ اس کے لیے استعارۃً استعمال ہوتے ہیں۔ وہ اس قدر ماوراء ہے کہ مادی دنیا سے براہ راست تعلق نہیں رکھ سکتا۔ کائنات اس سے اس طرح صادر ہوتی ہے جس طرح سورج سے روشنی چھلک پڑتی ہے۔ ذاتِ احد سے عقل یا ذہن کا صدور ہوتا ہے۔ عقل سے روحِ کائنات کا صدور ہوتا ہے، جو مادہ سے مل کر ذی روح اشیاء کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ مادہ سے کائنات کی تمام اشیاء کا ہیولیٰ تیار ہوتا ہے، جب کہ روح انہیں صورت بخشتی ہے۔ مادہ ذاتِ احد کے مقابلہ میں مستقل حیثیت کا مالک نہیں۔ جس طرح چراغ سے فاصلہ بڑھتا جائے تو اندھیرا وجود میں آتا ہے، اسی طرح ذات احد سے دوری کی وجہ سے مادہ وجود میں آتا ہے۔ کائنات خود ذاتِ احد نہیں لیکن ذاتِ احد سے جدا بھی نہیں۔'' (۲۲)

''فلاطینوس نے افلاطون کے فلسفیانہ خیالات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اس کے صوفیانہ نظریات کو اختیار کیا۔ اس کے مکتب فکر کا بانی امونیس ساکاس (Ammonius : ۲۳۲ Sacca) خیال کیا جاتا ہے لیکن اس گروہ میں مشہور ترین فلسفی فلاطینوس ہے۔ حتیٰ کہ اسے اس مکتب کا بانی سمجھا گیا۔'' (۲۳)

'' فلاطینوس کے مطابق عقل و حکمت گردِ راہ اور نورِ باطن وصالِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ فلاطینوس کا دراہ دعویٰ تھا کہ حالتِ استغراق میں کئی مرتبہ اسے روحِ کل سے وصال نصیب ہوا لیکن یہ لمحات عارضی ثابت ہوئے۔ مادہ کی کشش روح کو دوبارہ عالم سفلی میں کھینچ لائی۔''(۲۴)

یوسف سلیم چشتی نے اس عمومی خیال کی تردید کی ہے کہ

''شنکر اور فلاطینوس کی فکر میں حلول پایا جاتا ہے۔'' (۲۵)

حاصل بحث یہ ہے کہ یونان میں مابعد الطبیعیاتی تفکر کا آغاز مادیت سے ہوا۔ طالیس ملطی نے پہلی مرتبہ مبداء کائنات پر غور و خوض کرنے کا آغاز کیا۔ یونانی فلسفیوں کے مادہ پرست گروہ کے نزدیک کائنات سالماتِ مادی کے امتزاج سے خود بہ خود پیدا ہو گئی ہے۔ اس کا کوئی خالق نہیں۔ فیثا غورث، سقراط، افلاطون اور ارسطو کے ہاں خدا کا تصور موجود ہے۔ سقراط توحید کے قریب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن افلاطون وہ پہلا مفکر ہے جس نے عالم مثال کا ایسا تصور پیش کیا جو اسلامی نقطہ نظر سے بھی درست ہے۔ فلاطینوس افلاطون کی پیروی میں نظریۂ صدور کا قائل ہے، جس کی رو سے کائنات حقیقتِ مطلقہ سے صادر ہوتی ہے۔ یونانی مابعد الطبیعیات کا ایک اہم کارنامہ اخلاقیاتی اور انسانیاتی تفکر کی داغ بیل ڈالنا ہے۔

حوالہ جات

۱ ۔ الفرڈوبر،تاریخ فلسفہ، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد (دکن)،۱۹۳۸ء ص: ۷۵

۲۔ میکش اکبر آبادی، نقد اقبال، آئینہ ادب، لاہور، ۱۹۷۰ء، ص: ۵۲

۳۔ سی اے قادر، ڈاکٹر، فلسفہ جدید اور اس کے دبستان، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۱ء ص: ۴۹

۴ ۔ نعیم احمد، ڈاکٹر، تاریخ فلسفہ یونان، علمی کتاب خانہ، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۹، ص: ۱۱۴، ۱۱۳

۵۔ ایضاص: ۱۱۵، ۱۱۶

۶۔ A Wedberg, "The Theory of Ideas" in G. Vlastos (ed.), Plato I. P.35-36

بہ حوالہ: ساجد علی، شاہ اسماعیل شہید کی مابعد الطبیعیات، مقالہ: پی ایچ۔ڈی، مملوکہ: پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۹۸ء، ص: ۶۴، ۶۳

۷۔ نعیم احمد، ڈاکٹر، تاریخ فلسفہ یونان ، علمی کتاب خانہ، اردو بازار لا: لاہور، ۲۰۰۹، ص: ۲۴

۸۔ الفرڈوبر، تاریخ فلسفہ، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد (دکن)، ۱۹۳۸ء ص: ۴۳

۹۔ قفطی، تاریخ الحکماء، محولہ بالا ص: ۵۲

۱۰۔ برٹرینڈرسل، فلسفہ مغرب کی تاریخ ، محولہ بالا ص: ۱۸۶

۱۱۔ ابن عربی، فصوص الحکم، مترجم: مولانا حافظ محمد برکت اللہ رضا فرنگی محلی، اقبال پبلشرز حیدر آباد کالونی کراچی، س،ن،
مقدمہ، ص: ۵۵، ۵۴

۱۲۔ Stace, W.T., A Critical History of Greek Philosophy, Mac Millan & Co. London, 1962, P.268

۱۳۔ نعیم احمد، ڈاکٹر، تاریخ فلسفہ یونان، محولہ بالا ص: ۱۵۸، ۱۵۹

۱۴۔ محمد اقبال، علامہ بال جبریل، ساقی نامہ

۱۵۔ امین احسن اصلاحی، فلسفے کے بنیادی مسائل، ترتیب: محبوب سبحانی/خالد مسعود، فاران فاؤنڈیشن لاہور، اول، ۱۹۹۱ ء، ص: ۲۴

۱۶۔ علی عباس جلالپوری، روایات فلسفہ، تخلیقات، بیگم روڈ لاہور، ۲۰۱۰، ص: ۸۱

۱۷۔ ایڈون اے برٹ، فلسفہ مذہب، مترجم: بشیر احمد ڈار، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۳ء ص: ۲۰

۱۸۔ برٹرینڈرسل، فلسفہ مغرب کی تاریخ ، محولہ بالا ص: ۲۱۸

۱۹۔ محمد سلیم الرحمٰن، مشاہیر ادب، محولہ بالا، ص: ۶۷

۲۰۔ قفطی، تاریخ الحکماء، محولہ بالا ص: ۵۷

۲۱- البیرونی، ابوریحان، ہندو دھرم-ہزار برس پہلے، محولہ بالا، باب ۱۱ ص: ۱۵۱

۲۲۔ نعیم احمد، ڈاکٹر، تاریخ فلسفہ یونان، محولہ بالا، ص: ۲۰۴، ۲۰۳

۲۳۔ Zeller, Edward, Outline of the History of Greek, P.91

۲۴۔ علی عباس جلالپوری، روایات فلسفہ، محولہ بالا، ص: ۸۶

۲۵۔ یوسف سلیم چشتی، پروفیسر، تاریخ تصوف، محولہ بالا، ص: ۱۱۰